اسلام پسند' فوجی اور جمہوریت پسند: دوسری جنگ الجزائر(۵)

رابرٹ مارٹیمر*

دوسری جنگ عظیم کے بعد نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کے زمانے میں جنگ الجزائر (۱۹۵۴ء ـ ۱۹۶۲ء) اہم ترین واقعات میں شمار ہوتی ہے۔ ایک زبردست جدوجہد کے بعد الجزائر کو آزادی ملی' تو تقریباً" دو عشروں تک اس ملک پر حکمران جماعت اور فوج نے مل کر حکومت کی۔ اسی عشرے میں گوناگوں معاشرتی عوامل نے جب اس انداز حکمرانی کو للکارا' تو کسی گہرے غور و فکر کے بغیر ایک عبوری نوعیت کے جمہوری نظام کی داغ بیل ڈال دی گئی' جس کے نتیجے میں خانہ جنگی کی صورت حال نے جنم لیا۔ ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۴ء کی مدت میں کم از کم تیس ہزار آدمی اس کی نذر ہوئے اور ۱۹۹۵ء میں بھی انسانی جانوں کے اتلاف کے اس سلسلے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یک جماعتی نظام نے ملک کو ایک زبردست بحران سے دوچار کر دیا اور اس کی ناکامی سے ابھرنے والی اسلامی تحریک کو کچلنے کے لیے فوج ایک طرح سے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کے لیے میدان میں آگئی۔

دسمبر ۱۹۹۱ء کے پارلیمانی انتخابات میں اسلام پسند عناصر کو کامیابی حاصل ہوئی' تو اعلیٰ کمان نے ان انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کے رد عمل میں اسلام پسند عناصر تشدد پر اتر آئے۔ اب الجزائری معاشرہ عام طور پر تین حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے (۱) فوج کے حامی لوگ (۲) اسلام پسندوں کی اکثریتی حکمرانی کے تصور کے مویدین (۳) تیسری قوت جو متعدد جماعتوں اور انجمنوں کا آمیزہ ہے۔ اس قوت میں شامل لوگ اپنے آپ کو جمہوریت پسند کہتے ہیں اور سیکولر طرز فکر اور کثیر الجماعتی نظام کے علم بردار ہیں۔ یہ لوگ ۱۹۸۹ء - ۱۹۹۱ء کے دوران اپنے آپ کو منظم کرنے میں ناکام رہے۔ اسلامی محاذ برائے نجات (FIS) کو اپنے قوت کے لیے خطرہ سمجھنے کی باوجود اس کے خلاف کوئی اتحاد نہ بنا سکے اور اسلام پسندوں اور فوج کے باہمی ٹکراؤ کی صورت میں اس کے ابھرنے کے امکانات اور بھی ماند پڑ چکے ہیں۔

الجزائر کا سیاسی بحران دراصل نتیجہ ہے یک جماعتی نظام سے جمہوری سیاست تک عبوری دور کا' جو خامیوں سے پر ہے۔ اگر اس دور میں اسلام پسند اور جمہوریت پسند مل کر معاملات طے کر

---

* Robert Mortimer, Middle East Journal, Winter 1996 (تلخیص: ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

لیتے' تو شاید اسلام پسندوں اور فوج کے درمیان محاذ آرائی کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ دوسری جنگ الجزیرَ نے باہمی مفاہمت کی ضرورت کو اور بڑھا دیا ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ اس مضمون میں مندرجہ ذیل تین امور کا جائزہ لیا جائے گا:

(ا) الجزائر کی متحارب قوتوں فوج' اسلام کے نام لیواؤں اور جمہوریت پسندوں کے اغراض و مقاصد' مفادات' سیاسی وسائل اور حکمت عملی

(۲) ملک میں ہونے والے تشدد کی توجیہہ

(۳) روم پلیٹ فارم کے سلسلے کے سمجھوتوں کے اثرات وامکانات' جن پر جنوری ۱۹۹۰ءمیں الجزائر کی متعدد جماعتوں نے دستخط کئے تھے۔

الجزائر کی متحارب قوتوں میں سرفہرست فوج ہے' جو شروع سے الجزائر کی سیاست میں کلیدی کردار ادا کرتی رہی ہے۔ حکومتیں بنانے اور ختم کرنے میں فوج نے ہمیشہ دخل دیا ہے۔ کرنل بومدین اور اس کی وفات کے بعد کرنل شاذلی بن جدید کو فوج ہی نے حکمران بنایا۔ فوج ہی نے کرنل شاذلی کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا' حالانکہ کرنل شاذلی کے دور میں بعض فوجی افسران نے معاشی فوائد سمیٹنے میں خوب سرگرمی دکھائی تھی۔

الجزائری فوج فرانسیسی فوج کی تربیت یافتہ اور بہت منظم ادارہ ہے۔ یہ ادارہ جمہوریت سے کوسوں دور اور مغرب زدہ ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ اسلام پسند جماعت کے غلبہ سے فوج کا سیکولر تشخص مجروح ہوگا۔ جنگ خلیج میں اسلامی محاذ کی پالیسی بھی فوج کو ناراض کرنے کا باعث بنی ۔ تاہم فوج ہمیشہ پس پردہ رہ کر اپنے عزائم بروئے کار لاتی رہی ہے اور عوامی رہنماؤں اور سول اداروں کو بطور نقاب استعمال کرتی رہی ہے۔

لیکن اکتوبر ۱۹۸۸ء میں اس وقت وہ اپنا یہ انداز سیاست برقرار نہ رکھ سکی' جب گوناگوں معاشی اور معاشرتی خرابیوں کے نتیجے میں شروع ہونے والے ہنگاموں نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ آخر کار جولائی ۱۹۹۰ء میں میجر جنرل خالد نظار نے وزیر دفاع کا عہدہ سنبھال لیا اور اس نے مضطرب عوام کو مطمئن کرنے کے لیے اسلامی رجحان رکھنے والی جماعت کو کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس وقت فوج یہ سمجھتی تھی کہ ملک کو انتہا پسندوں کی یلغار سے بچانے کے لیے ایک معتدل اسلامی جماعت کا وجود میں آنا اور کثیر الجماعتی جمہوریت کی طرف پیش رفت کرنا ضروری ہے۔ دراصل فوج عوامی اضطراب کی نوعیت اور شدت نیز اسلامی محاذ کی مقبولیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہی۔ اسلام پسند نمائندوں نے جون ۱۹۹۰ء کے میونسپل اور صوبائی انتخابات میں فوج کی

توقع سے کہیں زیادہ کامیابی حاصل کر کے فوج کو چونکا دیا' تاہم فوج اصل حقیقت شناس اس وقت سے ہوئی جب دسمبر ۱۹۹۱ء کے پارلیمانی انتخابات میں اسلامی محاذ کو اکثریتی پارٹی ہونے کا اعزاز ملا۔ اس موقع پر میجر جنرل نظار سمیت فوج کے سات اعلیٰ افسروں کے گروہ نے متفقہ طور پر کرنل شاذلی کو ہٹانے اور اسلامی محاذ سے پنجہ آزمائی کا فیصلہ کیا۔ کرنل شاذلی کو تو منظر عام سے ہٹا دیا گیا' لیکن اسلامی محاذ کی قوت مزاحمت کا اندازہ لگانے میں فوج نے ٹھوکر کھائی' جس کا خمیازہ الجزائر ابھی تک بھگت رہا ہے۔

فوج کے مقابلے میں اسلام پسند بظاہر الجزائر کے سیاسی منظر میں تازہ وارد ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام ہمیشہ سے الجزائری معاشرے کی قوت محرکہ رہا ہے۔ بعض معاصر حالات مثلاً ۱۹۷۹ء کے ایران کے اسلامی انقلاب نے بھی اسلامی قوت کو ابھرنے میں مدددی۔

نئی اسلامی جماعت اپنے ثقافتی مسلک میں بظاہر قومی محاذ آزادی (FLN) کے اس قدامت پسند عرب بازو سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی' جس نے ۱۹۸۴ء میں رجعت پسندانہ عائلی قانون منظور کروانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اسلامی محاذ کو قومی محاذ آزادی کا فرزند بھی قرار دیا گیا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ یہ قومی محاذ کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور دوسرے اس بنا پر کہ یہ قومی محاذ کی آمرانہ روش پر عامل ہے۔ جیسا کہ الجزائری مورخ احمد روجینہ نے بجا طور پر کہا ہے "اسلام ازم کو ایک عوامی معاشرتی احتجاجی تحریک بننے سے پہلے قومی محاذ آزادی کے سانچے میں ڈھالا گیا تھا" اس سے مراد یہ ہے کہ قومی محاذ ہی نے اسلام کو ریاست کے دین کے طور پر پیش کیا تھا اور اسی نے مساجد کے سرکاری اماموں کے ذریعے سے اسلام کے اس تصور کو عام کیا اور مزید یہ کہ اس نے الجزائر میں شعبہ تعلیم کو عرب سانچے میں ڈھالنے کے لئے مشرق وسطیٰ سے کم تربیت یافتہ اساتذہ کو درآمد کیا۔ یہ اساتذہ سکولوں میں ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کے علاوہ مزید کچھ پڑھانے کی استعداد سے عاری تھے۔ ان لوگوں نے مستقبل کی اسلامی ریاست کے لئے جو کارکن تیار کیے' وہ مناسب تعلیم سے بہرہ ور نہیں تھے۔ تاہم جب اسلامی محاذ نے زور پکڑا' تو اس نے ایک درآمدشدہ مذہبی بصیرت / نظریہ کے ذریعے الجزائری معاشرے کے پرانے سانچے کو توڑ دیا۔

اسلام پسندوں کی مقبولیت میں جن عوامل کی کارفرمائی مسلم ہے' ان میں حکومت پر ان کی شدید تنقید' معاشی صورت حال کی خرابی' روز افزوں بدعنوانی' ناانصافی اور عدم مساوات' بڑھتی ہوئی بیروزگاری' ناکافی رہائشی سہولتیں اور محدود معاشی مواقع شامل ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ محاذ کے مرکزی رہنماؤں عباسی مدنی اور علی بالحاج کے گرد جو

افراد جمع تھے' ان میں سے بعض انتخابات کے ذریعے برسراقتدار آنے کے قائل تھے۔ جبکہ بعض کا خیال تھا کہ طاقت کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ کئی مبصرین نے اسلام پسندوں کو ایک سحابیہ (NEBULA) سے تشبیہ دی ہے جس کی اصل شکل و صورت غیر واضح ہوتی ہے۔ اسلامی محاذ کے بعض ترجمانوں نے جمہوریت کو غیر اسلامی نظریہ قرار دیا ہے اور بعض نے اعلان کیا ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام کی صورت میں غیر اسلامی جماعتوں پر پابندی عائد کرنا ہوگی۔ تاہم جمہوریت اور غیر اسلامی جماعتوں کے سلسلے میں اسلامی حکومت کے طرز عمل کے بارے میں اسلامی محاذ کے خیالات اور عزائم کے بارے میں متعین طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

۱۹۹۱ء کے پارلیمانی انتخابات کے زمانے میں اسلامی محاذ کے اندر اختلاف فکر و نظر رونما ہونے لگا۔ جون ۱۹۹۱ء میں جب قومی محاذ آزادی نے اسلامی محاذ کو ناکام بنانے کے لیے قومی اسمبلی سے نئی حلقہ بندیوں کا قانون منظور کروایا' تو اسلامی محاذ نے عام ہڑتال کی اپیل کردی' جس کے نتیجے میں ملک بھر میں ہنگامے پھوٹ پڑے اور انتخابات دسمبر ۱۹۹۱ء تک ملتوی کر دیے گئے۔ مدنی اور بالحاج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اقدام کا اثر یہ ہوا کہ اسلامی محاذ میں جمہوریت پسندوں کی جگہ محاذ کے مسلح بازو کو تقویت ملی اور اس بازو کے دہشت گردوں نے بڑی شدت سے سول اور فوجی حکام کو جارحانہ کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔

مذکورہ مخالف مسلح گروہوں کے درمیان ایک تیسری قوت ہے' جو مختلف الجنس عناصر پر مشتمل ہے۔ اس نے بھی الجزائر کے سیاسی بحران کی شدت میں اضافہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اگر یہ عناصر اسلامی محاذ کے خلاف متحد ہو کر مصروف عمل ہوتے' تو اس کو انتخابات میں اتنی زیادہ اکثریت حاصل نہ ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر متناسب نمائندگی کا اصول اپنا لیا جاتا' تو جمہوری عناصر کو تقویت ملتی اور ملک کو جمہوریت کی راہ پر ڈالنے میں ناکامی سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ یہ احساس بھی پایا جاتا ہے کہ وزیراعظم سید احمد غزالی نے جس انداز سے انتخابات کرائے' اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اسلامی محاذ کو انتخابات میں فتح دلوانے کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے ملک سے جمہوریت کا بوریا بستر گول کیا جائے۔

یہ درست ہے کہ حکومت نے جمہوری عناصر کی تائید نہیں کی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد جمہوری عناصر کو ناکام بنانے سے زیادہ قومی محاذ آزادی کو عوامی سطح پر قابل قبول بنانا تھا۔ نوآبادیاتی نظام اور پھر اس کے بعد یک جماعتی نظام کے اثرات کے تحت ملک میں سیاسی اتحاد کی روش پر عمل نہیں ہو سکا۔ مختلف جماعتیں اپنی کامیابی کے بارے میں خاصی پر امید تھیں۔

غالباً اسی خیال سے قومی محاذ آزادی نے بھی کسی جماعت کے ساتھ اتحاد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس غیر جمہوری روش نے بھی موجودہ سیاسی بحران کو جنم دیا' جو ابھی تک جاری ہے۔

۱۹۹۱ء کے انتخابات کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی محاذ نے ۱۹۹۱ء میں اگرچہ بھاری اکثریت حاصل کی' لیکن ۱۹۹۰ کے مقامی انتخابات کے مقابلے میں پارلیمانی انتخابات میں اسے ایک ملین ووٹ کم ملے۔ اس طرح اسے کل ڈالے گئے ووٹوں میں ۵۴ ٪ کے بجائے ۴۷ ٪ ووٹ حاصل ہوئے اور صرف ۲۴ ٪ شہریوں نے اس کے حق میں رائے دی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے پارلیمانی انتخابات میں جو اکثریت حاصل ہوئی' وہ اس کے حق میں ڈالے گئے ووٹوں کی نسبت زیادہ بڑی ہے۔ ان اعداد و شمار سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ آبادی کا کثیر حصہ انتخابات کو کالعدم قرار دینے کا حامی ہے نہ کہ مخالف۔ اس کے باوجود اس یک طرفہ اقدام نے ملک کو متحارب گروہوں میں تقسیم کرنے اور تشدد کی طرف دھکیلنے میں موثر کردار ادا کیا۔

الجزائر کے ۴۷ ٪ رائے دہندگان کی ایک مذہبی جماعت کی حمایت سے اس جمہوری ماحول کی کمزوری اور خامی کا پتہ چلتا ہے جس میں انتخابات منعقد ہوئے۔ قومی محاذ آزادی کی ۲۹ سالہ عوامیت پسند حکومت نے معاشرے کو ایک ایسی جماعت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا' جس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدائی سند کی بدولت عوام کی مرضی کی ترجمانی اور نمائندگی کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسلامی محاذ کے بہت سے رائے دہندگان نے اس لیے ووٹ دیے کہ وہ اس طرح عدل اجتماعی کی ترویج اور امور مملکت میں دیانت و امانت کا فروغ چاہتے تھے۔

جلا وطن رہنما کی واپسی

ایک مذہبی جماعت کی بڑے پیمانے پر کامیابی سے الجزائری معاشرے میں جو تقسیم رونما ہو چکی تھی' اس کے مداوا کے لیے ایک رہنما کی ضرورت تھی۔ بڑی مشکل سے یہ رہنما محمد بوضیاف کی صورت میں میسر آیا۔ اس سے امید تھی کہ وہ حالات کو بہتر بنا سکے گا اور مختلف جماعتوں اور گروہوں میں مفاہمت پیدا کر سکے گا۔ لیکن وہ جن حالات میں برسراقتدار آیا' ان کی بنا پر زمام اقتدار پر اس کی گرفت مضبوط نہ ہو سکی۔ بوضیاف کا شمار قومی محاذ آزادی کے بانیوں میں ہوتا ہے لیکن آزادی کے پہلے سال ہی کے دوران اسے جلا وطن ہو کر مراکش میں اقامت گزیں ہونا پڑا۔

بوضیاف ساڑھے پانچ ماہ کے لگ بھگ حکمران رہا۔ لیکن اس کی موت کے بعد کے سیاسی

حالات پر اس کے اثرات زیادہ وسیع اور دیرپا ثابت ہوئے۔ بوضیاف کی اہمیت دوگونہ تھی۔ ایک طرف تو اس کی شخصیت کو قومی محاذ آزادی اور اسلامی محاذ کے بین بین روش کا مظہر سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ جن حالات میں برسراقتدار آیا تھا' ان کے زیراثر فوج پرا سے اختیار حاصل نہیں تھا۔ البتہ وہ کم از کم ابتدا میں فوج کی اس رائے سے بظاہر اتفاق رکھتا تھا کہ اسلامی تحریک کے بنیادی عناصر کا ایک قابل قبول قیمت پر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں بوضیاف اور فوج دونوں نے غلطی کی اور یہ ایک ایسی غلطی تھی' جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔

خانہ جنگی کی طرف پیش قدمی

بوضیاف کے قتل نے قوم کو دو مخالف گروہوں میں تقسیم کرنے کے عمل کو تیز تر کر دیا۔ وہ تشدد جس کا رخ پہلے فوج کی طرف تھا' اب الجزائر کے مغرب پسند تعلیم یافتہ لوگوں خصوصاً ممتاز دانشوروں اور صحافیوں کی طرف مڑ گیا۔ آیا ان لوگوں کو ہی ہدف بنانا مقصود تھا یا اس طرح عالمی رائے عامہ کو متوجہ کرنا۔ مقصد خواہ کچھ بھی ہو' اس افراتفری کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی جنگ' جو افراد کی ایک دوسری نسل وجود میں آگئی' جس کا شاید تنظیمی طور پر عباس مدنی کے اسلامی محاذ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا اور یہ مسلح افراد مختلف گروہوں مثلاً "مسلح اسلامی تحریک (MIA) اور مسلح اسلامی گروپ (GIA) کی صورت میں منظم ہیں۔ ان گروہوں میں نہ صرف یہ کہ باہمی ربط و تعلق کا فقدان ہے' بلکہ یہ ایک دوسرے پر برتری کے لیے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ معاملہ خواہ کچھ بھی ہو' ۱۹۹۴ء میں یہ اہم سوال پیدا ہوا کہ کیا اسلامی تحریک کے گرفتار شدہ رہنماؤں مثلاً مدنی بالحاج' عبدالقادر حاشانی اور بیرون ملک مقیم ترجمانوں مثلاً" انوار ہدام اور رباح کبیر کو ان گروہوں پر کوئی اختیار حاصل ہے؟ اگر ایسا ہے تو صورت حال اور مبہم ہو جاتی ہے۔

اگر اسلامی تحریک کے مختلف حصوں میں اختلافات موجود تھے' تو فوج بھی اختلافات سے محفوظ نہیں تھی۔ فوج دو دھڑوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک وہ جو اسلامی تحریک کے قلع قمع کا حامی تھا اور دوسرا وہ جو بات چیت کے ذریعے مصالحت کے حق میں تھا۔ جنرل لاماری اول الذکر دھڑے کا حامی اور چیف آف سٹاف کے عہدے پر فائز تھا' جس سے فوج کے عمومی رجحان کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مصالحت کے حامی دھڑے کے نمائندے لیامین زیروئل کو وزیر دفاع مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دراصل جنرل نظار پس پردہ رہ کر فوج کی اعلیٰ کمان میں قوت کا توازن برقرار رکھ کر اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے فوج کو

خانہ جنگی پر قابو پانے میں کوئی مدد نہیں ملی۔

تشدد کی ابھرتی ہوئی لہرنے معاشرے کو شدید مخمصے میں ڈال دیا اور اس کو اسلامی عناصر، فوج اور مصالحت کے حامیوں میں منقسم کردیا تھا۔ فوج کے حامی اسے اسلام پسند عناصر کے غلبے کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے تھے اور ان میں کیمونسٹ اور سوشلسٹ بھی شامل تھے۔ مصالحت کی حامی جماعتوں میں سوشلسٹ قوتوں کا محاذ اور قومی محاذ آزادی سرفہرست تھیں۔ قومی محاذ آزادی تو ایک زمانے میں پرانی حکومت کے ساتھ تھا، جبکہ سوشلسٹ محاذ پر قومی محاذ آزادی کے پورے دور میں پابندی عائد رہی۔ یہ جماعت جمہوریت کی علمبردار تھی اور اگرچہ علیحدگی پسند نہیں تھی۔ تاہم اس کا مرکز الجزائر کے مشرق میں ایک پہاڑی علاقہ کبائیلی (Kabaylie) تھا۔ اس کا سربراہ الجزائری انقلاب کے بانیوں میں سے ایک حسین آیت احمد تھا۔ یہ جماعت اسلامی محاذ کی شدید مخالفت تھی اور اس کے ساتھ ساتھ انتخابات کی منسوخی کے اقدام کی شدید مخالف بھی۔ اگر یہ جماعت دوسری جماعتوں کے ساتھ اتحاد کر سکتی، تو تیسری قوت (جمہوری گروہ) کی حیثیت اختیار کر سکتی تھی۔

اس قسم کے اتحاد میں قومی محاذ آزادی کے لیے کسی قسم کا کردار ادا کرنا ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ اسے اس کے ماضی کے حوالے سے ان تمام خرابیوں کی جڑ تصور کیاجاتا ہے، جن کے نتیجے میں الجزائر کا سیاسی بحران پیدا ہوا۔ اس کے باوجود محاذ کو انتخابات میں ڈالے گئے ووٹوں کی نسبت سے دوسری بڑی سیاسی جماعت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں اس کو ۲۳.۴ % ووٹ حاصل ہوئے۔ بہر حال جون ۱۹۹۱ء سے قومی محاذ آزادی نے اپنے آپ کو حزب مخالف کی جماعت سمجھنا شروع کردیا۔ اعلیٰ ریاستی کمیٹی نے جب معمول کے انتخابی نظام کی بحالی کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کا کام ہاتھ میں لیا، تو کمیٹی نے کافی کی سربراہی میں عوام کی انجمنوں کے ساتھ عبوری بنیادوں پر بات چیت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں شروع ہی سے یہ کلیدی سوال سامنے آیا کہ کیا اسلامی محاذ کو بھی اس بات چیت میں شامل کیاجائے گا؟ کمیٹی کا موقف یہ تھا کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ محاذ تشدد کی راہ ترک کردے۔ جبکہ دوسری اہم جماعتوں کا نقطہ نظریہ تھا کہ یہ تو گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنے والی بات ہوگی۔ بات چیت کا تو مقصد ہی تشدد آمیز کارروائیوں سے باز رکھنا ہے۔ بات چیت کے بغیر یہ مقصد کیسے حاصل ہوگا؟ کمیٹی صرف ان اسلام پسند جماعتوں کو بات چیت کے اس عمل میں شریک کرنا چاہتی تھی، جنھوں نے تشدد کی مذمت کی تھی۔ ان جماعتوں میں حماس(اسلامی معاشرے کے قیام کی خواہاں تحریک)

اور النہضہ شامل تھیں۔ لیکن کمیٹی اسلامی محاذ کو بات چیت میں شریک کرنے کی حامی نہیں تھی۔ کافی نے ۱۹۹۲ء کے اواخر میں اس عندیے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جمہوریت کو ایک مضبوط اور مستحکم ریاست کی ضرورت ہے۔ اس طرح کمیٹی نے معاشرے کے ان عناصر کو بھی مخالف بنالیا' جو بات چیت کے ذریعے بحران کا حل تلاش کرنے کے حق میں تھے۔

اعلیٰ ریاستی کمیٹی کی سالگرہ کے موقع پر کافی نے اعلان کیا کہ بات چیت کا مقصد یہ ہے کہ ایک عبوری انتظامی ڈھانچے پر اتفاق رائے حاصل کیاجائے' جس کو ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۶ء حکومت کرنے کا اختیار حاصل ہوگا اور جو اس مدت کے اختتام پر انتخابات کرائے گا۔ ۱۹۹۳ء کے دوران مشاورت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ مشاورت جس ماحول میں ہو رہی تھی' اس پر عدم تحفظ اور بدامنی کے گہرے سائے چھائے ہوئے تھے۔ اگست ۱۹۹۲' فروری ۱۹۹۳ء' اور مارچ ۱۹۹۳ء میں دہشت گردی کے بڑے واقعات ہوئے' حتیٰ کہ ایک موقع پر جنرل نظار بھی قاتلانہ حملے سے بال بال بچا۔ ان واقعات کا عوامی سطح پر ردعمل یہ ہوا کہ بہت سے شہری فوج کے حامی بن گئے اور فوج میں اسلام پسندوں کا قلع قمع کرنے کے حامیوں کو تقویت حاصل ہوئی۔

۱۹۹۳ء کے وسط میں اعلیٰ ریاستی کمیٹی نے پلیٹ فارم برائے جمہوریت جاری کیا اور جمہوریت کی بحالی کی غرض سے ایک کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا' لیکن اسلامی محاذ کی شرکت کے سوال پر یہ کانفرنس تعطل کا شکار رہی۔ ۱۹۹۳ء میں تشدد کی وارداتوں میں اضافے نے الجزائر کی تینوں قوتوں میں اختلافات کو مزید ہوا دی۔ نظار کی خرابی صحت کی بنا پر اس کے جانشین کے طور پر رضا مالک کی نامزدگی نے فوج کے مصالحت پسند گروہ کو تقویت پہنچائی۔ لیکن زیروَل کی بطور وزیر دفاع تقرری سے مصالحت کے حامی فوجیوں کو بھی حوصلہ ملا۔ دوسری طرف مسلح اسلامی گروپ کے ظہور نے اسلامی محاذ کے اعتدال پسند عناصر کی کوششوں کو متاثر کیا۔ تیسری جانب جمہوریت پسندوں میں بھی اس امر پر اختلاف موجود تھا کہ آیا اسلامی تحریک کے ساتھ گفت و شنید شروع کی جائے یا نہ کی جائے۔ ان حالات کے باوجود سابق وزیراعظم اور مخالف جماعتوں میں سے ایک کے سربراہ قصدی مرباح نے اسلامی محاذ کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کیا' لیکن اسے مسلح اسلامی گروپ نے اگست ۱۹۹۳ء میں قتل کر دیا' لہٰذا اس کی سعی بار آور نہ ہو سکی۔

اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنوری ۱۹۹۴ء میں اعلیٰ ریاستی کمیٹی ختم ہوگئی اور اس کی جگہ کمیشن برائے قومی مکالمہ نے معاملات کو ہاتھ میں لے لیا' جو اکتوبر ۱۹۹۳ء میں قائم کیا گیا تھا۔ کمیشن میں فوج کی نمائندگی بھی تھی۔ اس نے اسلامی محاذ کی قانون پسند شخصیتوں کو گفت و شنید

کے عمل میں شامل کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا' لیکن اسلامی محاذ نے شرط عائد کی کہ پہلے اس کے گرفتار شدہ رہنماؤں کو رہا کیا جائے' لیکن کسی نہ کسی وجہ سے یہ معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود ۲۵-۲۶ جنوری ۱۹۹۴ء کو کانفرنس منعقد ہوگئی۔ گو اس میں چند انجمنوں کے سوا کسی سیاسی جماعت نے شرکت نہیں کی۔

زیروئل کی پیش قدمی

زیروئل نے وزیر دفاع کی حیثیت سے بحالی امن کے لیے فوج اور سیاسی جماعتوں کے درمیان مصالحت کو ضروری قرار دیا تھا' لہٰذا وہ جب الجزائر کا صدر بنا' تو اس نے ازخود اسلامی محاذ کے رہنماؤں کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کیا اور خیرسگالی کے طور پر اسلامی محاذ کے بعض رہنماؤں کو رہا کردیا۔ اس کے باوجود دہشت گردی کا سلسلہ جاری رہا۔ جب محاذ کے رہنماؤں سے وضاحت چاہی گئی' تو انہوں نے اپنے خطوط میں لکھا کہ وہ جمہوری نظام کی بحالی اور انتخابات کے ذریعے اقتدار کی تبدیلی کے اصول کی حمایت کرتے ہیں۔ اس سے حوصلہ پاکر زیروئل نے مدنی اور بالحاج کو جیل سے نکال کر ان کے گھروں میں نظربند کر دیا۔ تاکہ وہ صورت حال کو بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنے رفقا کے ساتھ صلاح مشورہ کر سکیں۔ لیکن اسلامی محاذ کے رہنماؤں کا مطالبہ تھا کہ وہ نظربندی سے نجات پاکر ہی خاطر خواہ سرگرمی دکھا سکتے ہیں۔ ادھر مسلح اسلامی گروپ نے ہر قسم کی مصالحت سے انکار کر دیا۔ ملک میں تشدد اور دہشت گردی کی کارروائیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مدنی اور بالحاج کو مسلح اسلام پسند عناصر پر کوئی قابو حاصل نہ تھا اور زیروئل کی کیفیت بھی یہ تھی کہ وہ اسلام پسندوں کو مزید رعائتیں دینے سے قاصر تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی فوج کے انتہا پسند عناصر کی خواہش کے برعکس اقدام کر چکا تھا۔ اس طرح ایک ایسا تعطل پیدا ہوا' جس کو دور کرنے کی خواہش یا صلاحیت کسی میں بھی نہیں تھی۔ پس زیروئل نے انقلاب الجزائر کی چالیسویں سالگرہ پر اپنی حکمت عملی کے ناکام ہونے کا اعلان کردیا۔

روم پلیٹ فارم

حکومت کی متشددانہ پالیسی کے خلاف احتجاج کے طور پر متعدد سیاسی جماعتوں نے معاملات کو ہاتھ میں لے لیا اور ۲۱۔ ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء کو روم کی ایک مذہبی درسگاہ سان اید یجیو کے زیر اہتمام بات چیت کے لیے جمع ہوئیں۔ یہ وہی درسگاہ ہے' جس نے ۱۹۹۲ء میں موزمبیق کی خانہ جنگی کو رکوانے اور متحارب گروہوں میں تصفیہ کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ بہر حال سان' اید یجیو

کے زیر اہتمام بات چیت میں الجزائر کی سب جماعتوں بشمول اسلامی محاذ نے شرکت کی اور جس تصفیے پر سب نے دستخط کئے' اس کے اہم اصول یہ تھے:ا۔ تشدد کی تردید ومذمت ۲۔ جمہوریت کی تائید و حمایت ۳۔ منصفانہ و آزادانہ انتخابات۴۔ انسانی حقوق کا احترام۔چونکہ اس تصفیے میں حکومت کی اجارہ داری کو چیلنج کیا گیا تھا' اس لئے اس نے ناگواری کا اظہار کیا اور الجزائری جماعتوں کے باہمی تصفیے کو ایک طرح کی مداخلت قرار دیا۔ اس کے باوجود یہ کانفرنس ایک اہم تاریخی واقعہ تھا۔

جہاں تک حکومت اور مسلح گروہوں کی پنجہ آزمائی کا تعلق ہے' یہ ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے کہ نہ تو حکومت بغاوت کو ختم کر سکی اور نہ مسلح گروہ حکومت کو گرانے میں کامیاب ہو سکے۔ لہٰذا کانفرنس کے شرکاء نے حکومت پر زور دیا کہ وہ اس تصفیے کو روبہ عمل لانے میں تعاون کرے' تاکہ قومی معاہدہ وجود میں لانے کی راہ ہموار ہو سکے۔ ان جماعتوں نے اعلان کیا کہ ان کی کوششوں کا اصل ہدف ملک کو امن کی طرف گامزن کرنا تھا۔ روم پلیٹ فارم کے نتیجے میں جو دستاویز تیار ہوئی' اس کے چھ حصے تھے' جن میں اقتدار کے لیے تشدد کی راہ اختیار کرنے اور ہر نوع کی آمریت کی مذمت کی گئی تھی۔

اس سلسلے میں ایک اہم مسئلہ یہ تھا کہ آیا اسلامی محاذ غیر دینی جماعتوں کے حقوق کا احترام کرے گا؟ اس کا جواب اس دستاویز میں اس اصول پر اتفاق رائے کی صورت میں موجود تھا کہ الجزائر کا سیاسی ڈھانچہ کثیر الجماعتی طرز کا ہو گا۔ اس طرح اسلامی محاذ نے گویا اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ اسی طرح دستاویز میں انفرادی اور اجتماعی حقوق کی ضمانت بھی دی گئی تھی۔ اس کے باوجود اسلامی محاذ کے بارے میں شکوک و شبہات ختم نہیں ہو سکے۔ کیونکہ محاذ اسلامی شریعت کے نفاذ اور اصول جہاد کا علمبردار ہے۔ دستاویز میں کہا گیا ہے کہ اسلامی محاذ کے رویے کی آزمائش اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب اس کے رہنماؤں کو مکمل طور پر رہا کردیا جائے۔ روم پلیٹ فارم کے شرکا کا خیال تھا کہ وہ ابھی باقاعدہ تصفیے سے پہلے کے مرحلے میں ہیں اور اس سے آگے بڑھنے کے لیے حکومت اور اسلام پسندوں کا خوش دلانہ تعاون لازمی ہے۔

روم پلیٹ فارم نے زیروئل حکومت کو دومحاذوں پر چیلنج کیا : اول' غیر دینی جماعتوں کا اسلامی محاذ کے رہنماؤں کی رہائی کے مسئلے پر حکومت سے اختلاف' دوم : حکومت کو بھی تشدد اور دہشت گردی کے معاملے میں ملوث کرنا۔ استدلال یہ تھا کہ نہ حکومت انتخابات منسوخ کرتی اور نہ تشدد کی حالت ظہور پذیر ہوتی۔ لہٰذا پلیٹ فارم نے حکومت اور اسلام پسند عناصر دونوں کو اپنے طرز

عمل پر نظرثانی کی دعوت دی۔ یورپی پارلیمنٹ نے بھی اس پلیٹ فارم کی تائید کی اور حکومت کو بھی اس ضمن میں اپنے نیم دلانہ تعاون کا اظہار کرنا پڑا۔ لیکن مسلح اسلامی گروپ نے اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ اگرچہ اسلامی محاذ نے ان کارروائیوں کی مذمت کی' لیکن ان سے بہرحال مصالحت کے مخالفین کو تقویت ملی۔ ان حالات میں حکومت نے سال کے اختتام پر صدارتی انتخاب کرانے کا اعلان کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مسلح اسلام پسند عناصر کو کچلنے کے عزم کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود الجزائر میں امن بحال نہ ہو سکا اور پرامن سیاسی فضا کے فقدان کی دلیل دے کر سیاسی جماعتوں نے صدارتی انتخاب کا بائیکاٹ کردیا۔

روم پلیٹ فارم پر جن جماعتوں نے دستخط کئے' وہ ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں ووٹ ڈالنے والے ۸۲ ٪ شہریوں کی نمائندگی کرتی تھیں۔ لیکن مسلح دہشت گردی کا راستہ اختیار نہ کرنے کی بنا پر بظاہر ان کی حیثیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مخالف مسلح گروہوں نے آپس میں ایک غیر تحریری معاہدہ کرکے جمہوریت پسند پرامن سیاسی جماعتوں کو منظر سے ہٹا دیا ہے۔ گویا مسلح اسلامی گروہوں کو ایک خفیہ منصوبے کے تحت متحرک کیا گیا ہے۔ حکمران طبقہ ۱۹۹۰ء میں بھی حکومتی امور میں عوام کی شمولیت کا اتنا ہی مخالف تھا' جتنا ۱۹۶۲ء میں ۔ حکمران طبقے کی اس روش کو قابل قبول بنانے میں تشدد کے حامی عناصر بالواسطہ طور پر ہی سہی' معاون بنے ہوئے ہیں' جنہوں نے الجزائری عوام کی اکثریت کو قیام امن اور سیاسی عمل کی بحالی کی کوششوں میں موثر شرکت سے روک دیا ہے۔ الجزائر دو سنگدل قوتوں کی باہمی کشمکش کی زد میں آیا ہوا ہے۔ اگر اسلامی محاذ کے بارے میں لوگوں کو توقع ہوتی کہ وہ اپنے مخصوص سیاسی اور مذہبی نظریات کے باوجود غیر دینی جماعتوں کے حقوق کا تحفظ اور سارے عوام کی آزادیوں کا تحفظ کرے گا' تو بظاہر جمہوری عمل کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوتی۔

دوسری جنگ الجزائر نے ۱۹۸۹ء میں شروع ہونے والی تشدد آمیز سیاست سے نجات حاصل کرنے کے عمل کو بہت دشوار بنا دیا ہے۔ بن جدید حکومت مستقبل کے حالات یعنی فوج اور اسلام پسند عناصر کے ٹکراؤ کی شدت کی پیش بینی سے قاصر رہی اور اسلام پسند عناصر کی قوت اور مقبولیت کا بھی صحیح اندازہ نہ لگا سکی۔ بہرحال اس طویل کشمکش سے اتنی بات ظاہر ہے کہ مسلح اسلامی گروپ کی دہشت گردی اور بعض مراکز قوت پر اسلامی محاذ کے غلبہ کے باوجود مسلح اسلام پسند' الجزائری فوج کو شکست دینے کے قابل نہیں رہے۔ اس موقع پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا محاذ فوج اور اسلام پسندوں سے الگ رہنے والی رائے عامہ کو بھی اپنے حق میں ہموار کر سکتا

ہے؟ جون ۱۹۹۵ میں سان اید یجیو تصفیہ پر دستخط کرنے والی جماعتوں نے گفت و شنید کے ذریعے جس اتفاق رائے کا اظہار کیا تھا' اس سے صدر زیروئل بھی صرف نظر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ الجزائر کی خانہ جنگی کا خاتمہ صرف باہمی گفت و شنید ہی سے ممکن ہے۔ یہ کام خواہ فوجی جنرل کریں یا جمہوریت پسند' بہرحال ان کو روم پلیٹ فارم کے اصولوں کی روشنی میں جمہوری نظام کے قیام کے لیے تیاری کرنا ہوگی۔ لیکن جمہوری قوت ابھی تک الجزائر کی نمبر ایک قوت بننے کی منزل سے دور ہے۔